© rasailojaraid.com

قسط (۷)

احکامِ شرعیہ میں حالات و زمانہ کی رعایت

از مولانا محمد تقی صاحب امینی - ناظم دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڈھ

سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو برہان جولائی ۱۹۶۵ء

تعزیر جرم اور مجرم کے حسبِ حال مقرر کی جائے

تعزیر کی نوعیت میں بھی کافی وسعت ہے کہ حکومت حسبِ حال جو سزا اور جس مقدار میں چاہے مقرر کرے۔ مثلاً مارنا، قید کرنا، مُنہ کالا کرنا، جانور پر اُلٹا سوار کرکے پھرانا۔ ترکِ تعلق کا حکم دینا۔ عہدے اور ملازمت سے سبکدوش کرنا، کسی خدمت سے محروم کر دینا۔ بار بار جرم کے مرتکب کو قتل کا حکم دینا وغیرہ۔

انما ذٰلك موکول الی اجتہاد الحاکم[1] یہ سب حاکم کے اجتہاد کے سپرد ہے۔

سزا اور اس کی مقدار کی تجویز میں جرم کی کثرت و قلت، اس کی جسامت و ضخامت اور مجرم کی حالت و کیفیت سب پر نظر رکھنا ضروری ہوگا۔[2]

اگر تجویز و تشخیص میں تعزیری سزائیں حدود سے تجاوز کر جائیں تو اس کی بھی گنجائش ہے:-

یجوز للحاکم ان یجاوز الحد وفی التعزیر[3] حاکم کے لئے "تعزیر" میں "حدود" سے تجاوز کرنا جائز ہے۔

جسمانی سزا کی بجائے مالی سزا دینے کی بھی اجازت ہے:-

ان التعزیر من السلطان باخذ المال جائز[4] تعزیر میں بادشاہ (حکومت) کی طرف سے مال لینا جائز ہے۔

کبھی نصیحت و سرزنش اور ڈانٹ ڈپٹ تعزیر کا کام دیتی ہے اور مزید سزا کی ضرورت نہیں رہتی:-

---

[1] تبصرۃ الحکام باب التعزیر۔ [2] حوالۂ بالا اور السیاسۃ الشرعیہ باب التعزیر۔

[3] " " [4] کتاب الخراج لابی یوسف باب التعزیر۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فقد یعزر الرجل بوعظہ وتوبیخہ والاغلاظ لہ [1]
کبھی انسان کو نصیحت۔ سرزنش اور سخت کلامی کے ساتھ تعزیر کی جاتی ہے۔

اِن تفصیلات کی روشنی میں تعزیر کسی معین فعل یا معین قول کے ساتھ مخصوص نہیں رہتی، بلکہ حسبِ حال اس میں کافی وسعت اور گنجائش نکل آتی ہے:۔

والتعزیر لا یختص بفعل معین ولا قول معین [2] تعزیر کسی معین فعل اور معین قول کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔

کبھی معافی زیادہ نتیجہ خیز ثابت ہوتی ہے

کبھی "معافی" سزا سے زیادہ نتیجہ خیز ثابت ہوتی ہے، اس لئے بعض حالات میں حکومت کو معاف کر دینے کی اجازت ہے، جیسا کہ درج ذیل واقعہ سے اس کا ثبوت ملتا ہے:۔

"قادسیہ کے میدانِ جنگ میں ابو محجنؓ کو سعدؓ بن ابی وقاص نے شراب نوشی کے جرم میں قید کر دیا اور پاؤں میں بیڑیاں ڈال دیں، لیکن ابو محجنؓ کو جذبۂ جہاد بے چین کئے ہوئے تھا، اس بناء پر سعدؓ کی بیوی سلمہؓ سے وہ بیڑیاں کھولنے پر اصرار کے ساتھ یہ کہتے رہے کہ اگر زندہ واپس آیا تو میں خود ہی بیڑیاں پہن لوں گا بالآخر انکار پر اصرار غالب آیا اور سلمہؓ نے ان کی بیڑیاں کھول دیں، بیڑیاں کھلتے ہی ابو محجنؓ حضرت سعدؓ کے گھوڑے پر سوار ہوئے اور دشمن کی صفیں درہم برہم کر دیں، اور پھر واپس آکر حسبِ وعدہ بیڑیاں پہن لیں۔ جب حضرتِ سعدؓ نے یہ منظر دیکھا تو بغیر کسی سزا کے ان کو رہا کر دیا اور کہا کہ بخدا میں ایسے شخص کو شراب نوشی کی سزاء نہیں دے سکتا جو اسلام کی حمایت اور جاں نثاری کے نشہ میں اس قدر سرشار ہو، ابو محجنؓ نے اس کے بعد قسم کھائی کہ آج سے کبھی شراب نہ پیوں گا۔" [3]

کبھی نظر انداز کرنے کی بھی ضرورت ہوتی ہے

کبھی نظر انداز کر دینا اور ٹال دینا بھی مصالح کے پیشِ نظر ضروری ہوتا ہے اس لئے حکومت کو اس پہلو سے بھی غافل نہ رہنا چاہیے۔ چنانچہ:۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک شخص شراب سے بدمست پکڑ کر لایا جا رہا تھا جب وہ حضرت عباسؓ کے مکان کے پاس آیا تو بھاگ کر ان سے چمٹ گیا۔ جب لوگوں نے رسول اللہؐ سے اس کا تذکرہ کیا تو آپؐ نے ہنس کر فرمایا:

---

[1] السیاسۃ الشرعیہ باب التعزیر۔ [2] تبصرۃ الحکام باب التعزیر۔ [3] کتاب الخراج لابی یوسف باب التعزیر۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

افعلها ؟ — کیا اس نے ایسا کیا ہے۔

پھر آپ نے اس کے بارے میں کوئی حکم نہیں دیا۔

ولم یأمر فیہ بشیٔ [1] — اور آپ نے کوئی حکم نہیں دیا۔

غرض تعزیرات کے باب میں ہر لحاظ سے حکومت کے اختیارات کافی وسیع ہیں۔ جس قدر حالات بدلتے جارہے ہیں، اسی لحاظ سے جرائم کی رفتار میں ترقی ہوتی جارہی ہے اور ان میں تنوع پیدا ہو رہا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کی زندگی سے کافی رہنمائی ملتی ہے۔ اس کو سامنے رکھ کر موجودہ حالات وزمانہ کی رعایت سے بہترین تعزیراتی قوانین وضع کئے جاسکتے ہیں۔

(۵) سیاستِ شرعیہ — سیاستِ شرعیہ کی بحث

اوپر سیاستِ شرعیہ کا ضمناً ذکر آچکا ہے جس سے حکومت کے اختیارات کی وسعت کا پتہ چلتا ہے اور احکامِ شرعیہ میں حالات وزمانہ کی رعایت کا ثبوت ملتا ہے۔ ذیل میں اس کی مزید وضاحت کی جاتی ہے:۔

شریعت میں سیاست کی یہ تعریف ہے:۔

السیاسۃ ما کان فعلاً یکون معہٗ	سیاست وہ فعل ہے کہ اس کے ذریعہ لوگ صلاح
الناس اقرب الی الصلاح وابعد عن	سے قریب اور فساد سے دور ہوں، اگرچہ اس کو
الفساد وان لم یصنعہ الرسول ولا	رسول اللہؐ نے نہ کیا ہو اور نہ اس کے لئے وحی
نزل بہ وحی۔ [2]	نازل ہوئی ہو۔

دوسری جگہ ہے:۔

السیاسۃ نوعان سیاسۃ ظالمۃ	سیاست کی دو قسمیں ہیں (۱) سیاستِ ظالمہ جس کو
فالشرع یحرمھا وسیاسۃ عادلۃ	شریعت حرام قرار دیتی ہے اور (۲) سیاستِ عادلہ
تخرج الحق من الظالم وتدفع کثیراً	جو ظالم سے حق دلاتی ہے مظالم کو دفع کرتی ہے۔
من المظالم وتروع اھل الفساد وتتوصل	فسادیوں کی سرکوبی کرتی ہے اور جس کے ذریعہ

---

[1] ابوداؤد۔ [2] الطرق الحکمیہ فصل جواز العمل فی السلطنۃ بالسیاسۃ الشرعیہ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بها الی المقاصد الشرعية فالشرعية
توجب المصير اليها والاعتماد فی
اظهار الحق عليها۔[1]

مقاصدِ شرعیہ تک پہونچنا آسان ہوتا ہے اس بنا پر
شرعی سیاست میں "مقاصد" کی طرف رجوع ضروری ہے
اور حق کے اظہار میں انہیں پر اعتماد ناگزیر ہے۔

سیاستِ شرعیہ دین کا جزء ہے | ایسی سیاست دین کا جزء اور شریعت کا مقصود ہے نیز مخلوق کو عدل و اعتدال کی طرف لانیوالی اور حکمِ خداوندی ہے۔ اس میں کسی اعتراض اور شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

فلا يقال ان السياسة العادلة
مخالفة لما نطق به الشرع بل هی
موافقة لما جاء به بل هی جزء من
اجزائه ونحن نسميها تبعا لمصطلحكم
وانما هی عدل الله ورسوله۔[2]

یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ سیاستِ عادلہ "ما نطق
بہ الشرع" کے مخالف ہے بلکہ یہ اس کے موافق
اور اس کا جزء ہے ہم تبعاً محض تمہاری اصطلاح
کی وجہ سے سیاست نام رکھتے ہیں، ورنہ یہ تو اللہ
اور اس کے رسول کا عدل ہے۔

اس کے تحت فیصلوں کے لئے قرآن وسنت سے صراحۃً ثبوت ضروری ہے اور نہ صحابہؓ وفقہاءؒ سے ہر ہر جزو میں موافقت ضروری ہے۔ بلکہ صرف اس قدر کافی ہے کہ بحیثیتِ مجموعی وہ ان کے خلاف نہ ہوں۔

فان اردت بقولك الا ما وافق الشرع
ای لم يخالف ما نطق به الشرع فصحيح
وان اردت لا سياسة الا ما نطق
به الشرع فغلط وتغليط للصحابة[3]

سیاست "شریعت کے موافق ہونا چاہئے" اگر اس کا
یہ مطلب ہے کہ "ما نطق بہ الشرع" کے مخالف نہ ہو تو
صحیح ہے اور اگر یہ مطلب ہے کہ سیاست وہی ہے جس کی شریعت نے
تصریح کی ہے تو غلط ہے اور صحابۂ کرام کی تغلیط ہے۔

یہ بات نہایت وسیع اور نازک ہے | شریعت میں یہ باب کافی وسیع اور نہایت نازک ہے اگر اس سے کام نہ لیا جائے تو حقوق ضائع ہوتے ہیں حدود معطل ہوتے ہیں اور اہلِ شر جری بن جاتے ہیں، اور اگر حد سے زیادہ کام لیا جائے تو ظلم وستم کا دروازہ کھلتا ہے اور خونریزی وغارتگری کا موقع فراہم ہوتا ہے:۔

هی باب واسع تضل فيه الافهام۔
یہ باب وسیع ہے جس میں سمجھ بوجھ کو ٹھوکر لگتی ہے

---

[1] تبصرة الحكام لابن فرحون فی القضاء بالسياسة الشرعيه۔ [2] الطرق الحكميه فصل جواز العمل فی السلطنة بالسياسة الشرعيه۔
[3] الطرق الحكميه حوالۂ بالا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وتزل فیہ الاقدام واھمالہ یضیع	اور مردانِ راہ کے قدم پھسلتے ہیں، اس سے
الحقوق ویعطل الحدود ویجرئ	کام نہ لینا حقوق کو ضائع کرنا، حدود کو معطل کرنا
اھل الفساد ویعین اھل العناد	اور اہلِ شر کو جری بنانا ہے اور حد سے
والتوسع فیہ یفتح ابواب المظالم	زیادہ کام لینا ظلم وستم کا دروازہ کھولنا
الشنیعۃ ویوجب سفک الدماء	اور خونریزی وغارت گری کا موقع فراہم
واخذ الاموال بغیر الشریعۃ[1]	کرنا ہے !

افراط وتفریط کے دو گروہ باب کی اسی وسعت ونزاکت کی وجہ سے افراط وتفریط کے دو گروہ پیدا ہو گئے ہیں۔ جن پر اس طرح نکیر کی گئی ہے:

تفریط کا مسلک ان لوگوں کا ہے جنھوں نے چند استثناء کو چھوڑ کر بالعموم اس باب سے قطعِ نظر کرلیا ہے، ان کا خیال ہے کہ سیاستِ شرعیہ سے کام لینا قواعدِ شرعیہ کے منافی ہے، یہ لوگ حق کا واضح راستہ چھوڑ کر عناد کے رسوا کن راستہ کی طرف مائل ہوگئے ہیں، کیوں کہ سیاستِ شرعیہ اور نصوصِ شرعیہ کے انکار میں خلفاءِ راشدین کی تغلیط ہے۔

افراط کا مسلک اُن لوگوں کا ہے جنھوں نے قانونِ شرع اور حدود سے تجاوز کرکے ظلم وبدعت اور سیاست کی طرف آگئے ہیں اُن کا خیال ہے کہ شرعی سیاست خلقِ خدا کی مصلحت سے قاصر ہے، یہ ان کی جہالت اور فاحش غلطی ہے۔[2]

قرآنِ حکیم کی آیتوں سے ثبوت قرآنِ حکیم سے سیاستِ شرعیہ کے ثبوت میں یہ آیتیں پیش کی جاتی ہیں:-

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ	آج تمہارے دین کو تمہارے لئے میں نے کامل کردیا اور
عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ	تم پر اپنا انعام تمام کردیا اور اسلام کو تمہارے دین کے لئے
دِيْنًا (سورۂ مائدہ)	پسند کیا۔

---

[1] الطرق الحکمیہ۔ [2] تبصرۃ الحکام فی القضاء بالسیاسۃ الشرعیہ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس آیت کی جامعیت کا حال یہ ہے:

تدخل فی ھذا جمیع مصالح العباد الدینیۃ والدنیویۃ علی وجہ الکمال۔[1]

آیت میں بندوں کی دینی اور دنیوی مصلحتیں علی وجہ الکمال داخل ہیں۔

دوسری آیت:

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ۔ (سورۂ نحل)

بیشک اللہ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے

کلامِ عرب میں عدل و احسان کے لفظ نہایت جامع ہیں اسی بنا پر کہا گیا ہے:

اجمع آیۃ فی القرآن للحث علی المصالح کلھا والزجر عن المفاسد باسرھا۔[2]

آیت میں جمیع مصالح کے حصول اور مفاسد کے دفعیہ پر ابھارا گیا ہے۔

ان آیتوں سے استدلال جو جلبِ منفعت پر دلالت کرتی ہیں۔

چوں کہ سیاستِ شرعیہ کا مقصد لوگوں کو صلاح سے قریب اور فساد سے دور کرنا ہے اس بنا پر جلبِ منفعت اور دفعِ مضرت یا حصولِ مصالح و دفعِ مفاسد پر دلالت کرنے والی تمام آیتوں سے استدلال صحیح ہے۔ مثلاً

وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (سورۂ انبیاء)

اے پیغمبر! ہم نے آپ کو محض اس لئے بھیجا ہے تاکہ رحمتِ عامہ کا ظہور ہو۔

آیت کی وضاحت اس طرح کی گئی ہے:

ھذا اخبار منہ جل وعلا بان ارسال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للناس ومن الرحمۃ الاذن لھم علی لسانہ صلی اللہ علیہ وسلم فی جلب المصالح ودفع المفاسد عنھم ومعلوم ان للناس مصالح تتجدد وتتجدد الایام

اللہ بزرگ و برتر کی طرف سے اس بات کا اعلان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بنا کر بھیجنا لوگوں کے لئے رحمت ہے اور پیغمبرؐ کی زبانِ مبارک پر جلبِ مصالح اور دفعِ مفاسد کی اجازت دینا رحمت ہے کہ یہ معلوم ہے کہ ایام کے بدلنے سے نئے نئے مصالح پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ ایسی حالت میں اگر صرف

---

[1] تبصرۃ الحکام القضاء والسیاسۃ الشرعیہ۔ [2] القواعد للعز بن عبد السلام از تعلیل الاحکام ص ۲۸۶

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فلو وقف الاعتبار علی المنصوص فقط	منصوص ہی کا اعتبار کیا گیا تو لوگ سخت حرج میں مبتلا
لوقع الناس فی الحرج الشدید وھو	ہو جائیں گے اور رحمت کے منافی بات لازم
مناف للرحمة [1]	آئے گی۔

شریعت نے رحمتِ عامہ کے پیش نظر لوگوں کی ضرورت و مصلحت کا جس حد تک لحاظ کیا ہے اس کے بارے میں فقہ کی یہ تصریح ہے:

تم دیکھتے ہو کہ ایک معاملہ سے اس وقت روک دیا جاتا ہے جبکہ کوئی مصلحت نہ ہو لیکن جب اس میں کوئی مصلحت ہوتی ہے تو وہ معاملہ جائز ہو جاتا ہے مثلاً درہم کی درہم کے عوض خرید و فروخت ناجائز ہے اور "قرض" مصلحت کی وجہ سے جائز ہے، اسی طرح تازہ کھجور کو خشک کھجور کے عوض بیچنا ناجائز ہے کہ اس میں دھوکہ اور سود دونوں پائے جاتے ہیں۔ لیکن عرایا راجح مصلحت اور خلقِ خدا کے لئے وسعت کی بناء پر جائز ہے۔[2]

رحمۃ للعلمین کے پاس انصارؓ کے چند ضرورت مند حاضر ہوئے اور انھوں نے آپ سے شکایت کی کہ موسم میں تازہ پھل آتا ہے اور نقد رقم نہ ہونے کی وجہ سے ہم لوگ محروم رہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے پاس جو خشک کھجوریں موجود رہتی ہیں، ان کے عوض "عرایا" (پھل کھانے کے لئے عاریۃً جو کھجور کے درخت دیئے جاتے تھے) خرید لیا کرو، اس طرح تازہ پھلوں سے محرومی نہ رہے گی۔[3]

ذیل کی آیت میں جلبِ منفعت اور حصولِ مصالح کی تاکید ہے:۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ	اے پیغمبر! آپ ان لوگوں سے کہئے کہ اللہ کی زینتیں (جائز لذات)
لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ	جو اس نے بندوں کے لئے پیدا کی ہیں اور کھانے پینے کی اچھی چیزیں
قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ	کس نے حرام کی ہیں؟ آپ کہئے کہ یہ نعمتیں تو اسی لئے ہیں کہ دنیوی زندگی
الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ	میں ایمان والوں کے کام آئیں، قیامت کے دن ان کے لئے خالص ہونگی۔

(الاعراف)

[1] تعلیل الاحکام ص ۲۸۸ — [2] الموافقات وحاشیہ ج ۲ ص ۳۰۵ — [3] المقنع ج ۲ ص ۷۰ —

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آیت میں زینت سے مراد جلبِ منفعت وحصولِ مصالح کے وہ تمام سازوسامان ہیں جو زندگی کی قدرتی ضروریات سے زائد ہوں مثلاً اچھا لباس۔ اچھا کھانا معیشت کی تمام بے ضرر آسائشیں اور لذتیں وغیرہ۔

اُن آیتوں سے استدلال جن سے اشیاء میں اصل اباحت ثابت ہوتی ہے

قرآنِ حکیم کی اُن آیتوں سے بھی استدلال صحیح ہے جن سے اشیاء میں اصل اباحت کا ثبوت ملتا ہے۔ مثلاً:-

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا (سورہ بقرہ) — اللہ ہی ہے جس نے تمہارے فائدہ کے لئے زمین کی ساری چیزیں پیدا کی ہیں۔

دوسری جگہ ہے:-

وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ (سورہ حجر) — تم سب کے لئے ہم نے زندگی کے سازوسامان بنائے اور ان کے لئے بھی جن کو تم روزی نہیں دیتے ہو۔

مفسرِ قرآن ابوبکر جصاصؒ کہتے ہیں:-

ان الاشیاء علی الاباحۃ مما لا یحظرہ العقل فلا یحرم شیئ الا ما قام دلیلہ [1] — اشیاء میں اصل اباحت ہے جن چیزوں سے عقل نہ روکے وہ سب مباح ہیں البتہ جن کی حرمت پر دلیل قائم ہو وہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔

فقہاء کا یہ کلیہ مشہور ہے:-

الاصل فی الاشیاء الاباحۃ [2] — اشیاء میں اصل اباحت ہے۔

قرآنِ حکیم کے ان اصول سے بھی استدلال صحیح ہے جن پر اس نے احکامِ شرعیہ کی بنیاد رکھی ہے وہ چار ہیں:

(۱) عدم حرج (۲) قلتِ تکلیف (۳) تدریج اور (۴) نسخ۔

عدم حرج سے استدلال

(۱) عدم حرج کے بارے میں ہے:-

مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ (سورہ حج) — اللہ نے دین میں تمہارے اوپر کوئی تنگی نہیں رکھی ہے

---

[1] احکام القرآن للجصاصؒ ۱/ صفحہ ۳۰ ۔ [2] الاشباہ والنظائر صفحہ ۴۴ ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دوسری جگہ ہے:

مَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (سورۂ مائدہ)	اللہ یہ نہیں چاہتا کہ تمہیں تنگی میں مبتلا کرے بلکہ اس کا اصلی مقصد تمہیں پاک وصاف کرنا اور اپنی نعمت کو تام کرنا ہے تاکہ تم شکر ادا کرو۔

ایک اور جگہ ہے:

يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ (سورہ بقرہ)	اللہ تمہارے ساتھ آسانی چاہتا ہے دشواری اور تنگی نہیں چاہتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوموسیٰ اشعری اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کو دینی معاملات کا انتظام سپرد کرتے وقت فرمایا:

یسرا ولا تعسرا بشرا ولا تنفرا تطاوعا ولا تختلفا۔[1]	آسانی کرنا، مشکل میں نہ ڈالنا، رغبت دلانا نفرت نہ دلانا۔ موافقت کرنا اور اختلاف نہ کرنا۔

قلتِ تکلیف سے استدلال (۲) قلتِ تکلیف کے بارے میں ہے:۔

يُرِيدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيفًا (سورہ نساء)	اللہ تعالیٰ کو تمہارے ساتھ تخفیف منظور ہے اور انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔

دوسری جگہ ہے:

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (سورہ بقرہ)	اللہ کسی پر اس کی طاقت سے زیادہ بار نہیں ڈالتا ہے۔

مفسرین نے آیت کا یہ مطلب بیان کیا ہے:

لا یکلفها الا ما یتسع فیه طوقه ویتیسر علیه دون مدی الطاقة والمجهود۔[2]	اللہ انسان کو اتنی ہی تکلیف دیتا ہے جتنی طاقت کے موافق ہوتی ہے اور آسانی کے ساتھ برداشت کرلیتا ہو ایسا نہیں ہے کہ انتہائی طاقت اور پورا زور لگانا پڑے۔

---

[1] بخاری ومسلم از مشکوٰۃ۔ [2] تفسیر کشاف ج۱ ص۲۹۲ وتفسیر کبیر ج۲ ص۱۲۸۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رسول اللہؐ کے مشن سے استدلال | ایک آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم الشان مشن کی یہ تفصیل بیان کی گئی ہے:

(۱) يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ — رسولؐ لوگوں کو "معروف" کا حکم دیتا ہے۔

(۲) وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ — اور "منکر" سے روکتا ہے۔

(۳) وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ — "طیبات" کو حلال کرتا ہے۔

(۴) وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ — اور "خبائث" کو ان پر حرام کرتا ہے۔

(۵) وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ — لوگوں کو ان کے بوجھ سے نجات دلاتا ہے۔

(۶) وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ — اور ان پھندوں کو ہٹاتا ہے جن میں وہ گرفتار تھے۔

(سورہ اعراف)

قرآنی اصطلاح کے مطابق "معروف" کا مفہوم نہایت وسیع ہے اور احکام شرعیہ میں حالات و زمانہ کی رعایت کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے چنانچہ:

كل ما هو متعارف على انه صالح وخير ونافع من اخلاق وعادات واعمال تعود فائدتها وبركتها على الافراد والمجموع و ليس فيها جنف ولا بغي ولا افراط ولا تفريط۔ (الدستور القرآنی ص ۳۷)

معروف میں ہر وہ کام اخلاق اور عادات داخل ہیں جن کا فائدہ افراد یا سوسائٹی کو پہونچتا ہو۔ ان میں ظلم و زیادتی اور افراط و تفریط نہ ہو بلکہ خیر و نافع ہونے میں وہ متعارف ہوں۔

ابوبکر جصاصؒ سے یہ تفسیر منقول ہے:

والمعروف ما حسنه الشرع والعقل [1] — معروف وہ ہے جس کی شرع اور عقل تحسین کرے۔

ایک اور جگہ ہے:

والمعروف هو ما حسن في العقل فعله ولم يكن منكرا عند ذوي العقول الصحيحة [2] — معروف وہ ہے جس کا کرنا عقل کے نزدیک پسندیدہ ہو اور عقل سلیم کی نظر میں وہ منکر میں داخل نہ ہو۔

---

[1] احکام القرآن۔ [2] ایضاً ج ۳ ص ۳۸۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ابوبکر رازیؒ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ تفسیر منقول ہے:

التعظیم لامر اللہ والشفقۃ علی خلق اللہ [1] — امر بالمعروف سے مراد اللہ کے امر کی تعظیم اور اللہ کی مخلوق پر شفقت ہے۔

ان تشریحات سے واضح ہوتا ہے کہ "معروف" میں ہر دور و زمانہ کے لحاظ سے معاشی اسکیمیں فلاحی تجویزیں، حرفتی تنظیمیں اور جلبِ منفعت و دفعِ مضرت کی راہیں جو قوم و ملت کو دینی و دنیوی صلاح سے قریب اور فساد سے دُور کرنیوالی ہوں، سب داخل ہیں اگرچہ رسول اللہؐ نے نہ کیا ہو اور نہ اُن کے لئے صراحۃً وحی نازل ہوئی ہے۔ اسی طرح "منکر" میں تمام وہ باتیں داخل ہیں جو اس کے برعکس قوم و ملت کو دینی و دنیوی صلاح سے دُور اور فساد سے قریب کرنے والی ہوں۔

اِس لحاظ سے سیاستِ شرعیہ اور معروف کے مفہوم میں زیادہ فرق نہیں رہتا ہے بلکہ سیاستِ شرعیہ رسول اللہؐ کے مشن کا ایک جزو قرار پاتی ہے۔

"طیبات" اور "خبائث" کا مفہوم بھی چند جزئیات میں محصور نہیں ہے بلکہ طبیعت سلیمہ کو مدار بنا کر مفہوم کی وسعت بیان کی گئی ہے۔ چنانچہ یہ تفسیر منقول ہے۔

المراد من الطیبات الاشیاء المستطابۃ بحسب الطبع [2] — طیبات سے وہ تمام چیزیں مراد ہیں جو طبیعتِ سلیمہ کے نزدیک طیب اور پاکیزہ سمجھی گئی ہوں۔

خبائث کے بارے میں ہے:-

کل ما یستخبثہ الطبع ویستقذرہ النفس کان تناولہ سبباً للالم [3] — خبائث میں وہ تمام چیزیں داخل ہیں جن کو طبیعتِ سلیمہ خبیث اور گندی سمجھے ایسی چیزوں کا استعمال تکلیف کا سبب ہوتا ہے۔

"اصر" اور "اغلال" کی یہ تفسیر کی گئی ہے:

"مذہبی احکام کی بیجا سختیاں، مذہبی زندگی کی ناقابلِ عمل پابندیاں۔ ناقابلِ فہم عقیدوں کا بوجھ وہم پرستیوں کا انبار، عالموں اور فقیہوں کی تقلید کی بیڑیاں، پیشواؤں کے تعبّد کی زنجیریں یہ بوجھل رکاوٹیں تھیں جنھوں نے یہودیوں اور عیسائیوں کے دل و دماغ مقید کر دیئے تھے، رسول اللہؐ کی دعوت نے ان سے

---

[1] تفسیر کبیر جز و رابع ص ۳۰۲ و ۳۰۳ ۔ [2] حوالۂ بالا او رحاشیہ شیخ زادہ علی تفسیر البیضاوی ص ۳۵۷ ۔ [3] حوالۂ بالا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نجات دلائی، اس نے سچائی کی ایسی سہل و آسان راہ دکھا دی جس میں عقل کے لئے کوئی وجہ نہیں عمل کے لئے کوئی سختی نہیں حنیفیۃ السمحۃ لیلہا کنہارہا" [1]

اصولِ تدریج سے استدلال

(۳) تدریج۔

جس طرح احکام شرعیہ کا نزول تدریجاً ہوا ہے یعنی اس میں ضرورت، مصلحت اور مناسبت کا لحاظ کیا گیا ہے اسی طرح اُن کے اجراء میں اصولِ تدریج سے کام لینا ضروری ہے۔ اگر اس کی خلاف ورزی کی گئی، اور احکام کے نفاذ میں ضرورت مصلحت اور مناسبت کا لحاظ نہ کیا گیا تو صلاح کے بجائے فساد رونما ہوگا اور شارع کا مقصد فوت ہو جائے گا اس بناء پر نزول کی طرح نفاذ میں بھی سیاستِ شرعیہ کے بغیر چارہ نہیں ہے۔

جیسا کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:-

انما نزل اول ما نزل سورۃ من المفصل فیہا ذکر الجنۃ والنار حتی اذا ثاب الناس الی الاسلام نزل الحلال والحرام ولو نزل اول ما نزل لا تشربوا الخمر لقالوا لا ندع الخمر ابداً ولو نزل لا تزنوا لقالوا لا ندع الزنا ابداً [2]

پہلے مفصل (سورۂ حجرات سے آخر قرآن تک) کی وہ سورتیں نازل ہوئیں جن میں جنت و دوزخ (ترغیب و ترہیب) کا ذکر ہے پھر جب لوگ اسلام پر مضبوطی سے قائم ہو گئے تو پھر حلال و حرام کے احکام نازل ہوئے مثلاً اگر شراب پینے کا حکم پہلے ہی نازل ہو جاتا تو لوگ کبھی شراب نہ چھوڑتے اسی طرح ابتداء میں زناء کی ممانعت کا حکم نازل ہو جاتا تو لوگ اسے چھوڑنے سے انکار کرتے۔

ایک مرتبہ صاحبزادہ عبدالملک نے احکام کے نفاذ کا مطالبہ کرتے ہوئے کہا:

مالک لا تنفذ الامور فواللہ ما ابالی لو ان القدور غلت بی وبک فی الحق [3]

آپ کو کیا ہو گیا کہ آپ احکام نافذ نہیں کرتے ہیں، خدا کی قسم اگر حق کے معاملہ میں ہانڈیوں کو ابال آ جائے جب بھی میں اس کی پرواہ نہیں کرتا ہوں۔

جواب میں حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز نے فرمایا:-

لا تعجل یا بنی فان اللہ ذم الخمر

بیٹے جلدی نہ کرو اللہ نے قرآن حکیم میں دو مرتبہ

---

[1] ترجمان القرآن از مولانا ابوالکلام آزاد ج ۲ ص ۹۔ [2] بخاری ج ۲ باب تالیف القرآن ص ۷۴۶۔ [3] الموافقات ج ۲ ص ۹۴

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

في القرآن مرتين وحرمها في الثالثة وإني أخاف أن أحمل الحق على الناس جملة فيدفعوه جملة ويكون من ذا فتنة۔[1]

شراب کی برائی بیان کی اور تیسری مرتبہ اس کو حرام کیا ہے۔ میں ڈرتا ہوں کہ اگر "حق" لوگوں پر دفعۃً مسلط کردوں تو وہ اس کو دفعۃً اتار پھینکیں گے اور اس سے مستقل فتنہ ہوگا۔

اصولِ نسخ سے استدلال (۴) نسخ :

معاشرتی زندگی کے حالات مختلف ہوتے ہیں جن کی وجہ سے احکامِ شرعیہ میں موقع ومحل کے تعیین کی ہمیشہ ضرورت رہتی ہے، اگر اس ضرورت کو ملحوظ رکھ کر تعیین نہ کی جاتی رہی تو بہت سے احکام ناممکن العمل قرار پائیں گے، اور ان کی جگہ زمانہ کے "مفتی" کو اپنے احکام درانداز کرنے کا موقع ملے گا، اس بناء پر سیاستِ شرعیہ کے تحت احکام کے موقع ومحل کی تعیین ضروری ہے۔

جیسا کہ قاضی بیضاوی کہتے ہیں:

وذلك لأن الأحكام شرعت والآيات نزلت لمصالح العباد وتكميل نفوسهم فضلا من الله ورحمة وذلك يختلف باختلاف الأعصار والأشخاص كأسباب المعاش فإن النافع في عصر واحد يضر في غيره[2]

جوازِ نسخ اس لئے کہ اللہ نے محض اپنے فضل وکرم سے بندوں کے نفوس کی تکمیل اور ان کے مصالح کے حصول کے لئے آیتیں نازل کیں اور احکام مقرر کئے ہیں اور مذکورہ امور زمانے اور اشخاص کے لحاظ سے مختلف ہوتے ہیں، بالخصوص معاش کے اسباب وذرائع جو ایک زمانہ میں نافع ہوتے ہیں وہ دوسرے میں مضر ہوجاتے ہیں۔

سیاستِ شرعیہ میں وسعت کے دلائل فقہاء نے سیاستِ شرعیہ کے فیصلوں میں زیادہ وسعت سے کام لیا ہے اور اس کے ثبوت میں بہت سے نقلی وعقلی دلائل پیش کئے ہیں جیسا کہ قرافی[2] کہتے ہیں:—

واعلم ان التوسعة على الحكام في الاحكام

حاکموں کے لئے سیاسی احکام میں وسعت شریعت کے

---

[1] الموافقات ج۲ ص ۹۴۔ [2] بیضاوی ص ۹۸۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

السیاسۃ لیس مخالفاً للشرع بل — مخالف نہیں ہے بلکہ اُس کے لئے بہت سی آگے آنے والی
تشھد لہ الادلۃ المتقدمۃ و — دلیلیں شاہد ہیں اور قواعد بھی اس کے لئے چند طریقوں سے
تشھد لہ ایضاً القواعد من وجوہ[1] — شاہد ہیں۔

مثلاً :

پہلی دلیل | (۱) عصرِ اوّل کے مقابلہ میں اب فساد زیادہ ہو گیا اور پھیل گیا ہے جس کی بناء پر نئی نئی صورتیں پیدا ہو گئیں، اور احکام میں اختلاف ہو گیا ہے اگر اس کا لحاظ نہ کیا گیا تو ضرر لازم آئے گا اور ان تمام اصول کی خلاف ورزی ہو گی جن میں دفعِ حرج وضرر کی تاکید ہے۔

حضرت عمر بن عبد العزیز نے فرمایا ہے۔

تحدث للناس اقضیۃ بقدر ما — لوگوں نے فسق و فجور کی جس قدر نئی نئی قسمیں پیدا
احدثوا من الفجور۔[2] — کرلی ہیں، اسی لحاظ سے قضایا پیدا ہو گئے ہیں۔

عزالدین بن عبد السلامؒ کہتے ہیں :

واحکام بقدر ما یحدثون — احکام میں اسی لحاظ سے اضافہ ہو گیا ہے جس لحاظ سے
من السیاسات والمعاملات — لوگوں نے سیاسیات، معاملات اور احتیاطات میں
والاحتیاطات۔[3] — اضافہ کرلیا ہے۔

لیکن کثرتِ فساد کی وجہ سے یہ اختلاف اسی وقت قابلِ اعتبار ہے، جبکہ شریعت کی کلی پالیسی کی خلاف ورزی نہ ہو ورنہ اس کا کوئی اعتبار نہ کیا جائے گا۔

بحیث لا تخرج عن الشرع بالکلیۃ[4] — یہ اختلاف اس حیثیت سے ہو کہ شریعت سے بالکلیہ خارج نہ ہو۔

چوں کہ حالات و زمانہ کی رعایت سے احکام میں اختلاف ناگزیر ہے اس بناء پر حاکموں کے لئے مقدمات کے تصفیہ میں دو قسم کی فقاہت ضروری ہے :۔

فھھنا نوعان من الفقہ لابد للحاکم — اس جگہ دو قسم کی فقہ ہے جو حاکم کے لئے ضروری ہے۔

---

[1] تبصرۃ الحکام فی القضایا بالسیاسۃ الشرعیہ۔ [2] الابحاث السامیہ کیفیۃ مباشرۃ ولی المظالم ص۲۵۔ [3] حوالۂ بالا۔
[4] ،، ،، ،، ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

منها فقه فی احکام الحوادث الکلیة وفقه فی نفس الواقع واحوال الناس [1]	(۱) فقہ حوادثِ کلیہ کے احکام میں اور (۲) فقہ لوگوں کے احوال اور نفسِ واقعہ میں ۔

دوسری دلیل (۲) سیاستِ شرعیہ کے فیصلے مصلحت کے تحت آتے ہیں اور وقتِ ضرورت مصلحت کا اعتبار شریعت کی کلی پالیسی کے مطابق ہے۔

ان الصحابة رضوان الله علیهم عملوا اموراً لمطلق المصلحة لا لتقدم شاهد بالاعتبار۔ [2]	صحابۂ کرامؓ نے بہت سے امور میں مطلق مصلحت کا اعتبار کیا ہے جبکہ ان میں اعتبار کے لئے پہلے سے کوئی شاہد بھی موجود نہ تھا۔

علامہ شاطبیؒ فرماتے ہیں:-

ان وضع الشرائع انما هو لمصالح العباد فی العاجل والآجل معاً۔ [3]	احکامِ شرعیہ کی وضع دنیا اور آخرت دونوں جگہ حصولِ مصالح کے لئے ہے۔

مصلحت کے اعتبار پر فقہاء کا اتفاق ہے:

ان المصلحة مقصد للشارع یتفق الائمة جمیعاً۔ [4]	مصلحت شارع کا مقصد ہے جس پر تمام اماموں کا اتفاق ہے۔

اعتبارِ مصلحت کے حدود وقیود پر تفصیلی بحث آگے آئے گی۔

تیسری دلیل (۳) حالات اور ضرورت کے لحاظ سے احکام میں فرق و اختلاف قرآن وسنت سے ثابت ہے۔ چنانچہ بہت سے معاملات محض ضرورت کی بنا پر عام قاعدہ سے مستثنیٰ کرکے جائز کئے گئے ہیں ۔ مثلاً عرایا۔ مساقاۃ اور قراض وغیرہ۔ شہادت میں شریعت نے جتنی سختی ملحوظ رکھی ہے روایت میں وہ سختی نہیں ہے ۔ پھر مختلف جرم کی شہادتوں میں بھی یکسانیت نہیں ہے بلکہ احوال ومصالح کے لحاظ سے ان میں فرق ہے، زنا میں چار کی شہادت کالمیل فی المکحلة (مثل سلائی سرمہ دانی میں) ضروری ہے قتل میں دو کی کافی ہے حالانکہ قتل اس کے مقابلہ میں عظیم جرم ہے، شریعت کا مقصود چونکہ پردہ پوشی اور عزت وناموس کا تحفظ ہے اس لئے مذکورہ فرق کے بغیر چارہ نہیں ہے، اسی طرح جو شوہر

---

[1] الطرق الحکمیہ ص۴ ۔ [2] تبصرة الحکام حوالہ بالا۔ [3] الموافقات ج۲ کتاب المقاصد ص۶، [4] المصلحة فی التشریع الاسلامی تہید ص۶

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اپنی بیوی کو زنا کی تہمت لگائے اور گواہ نہ ہوں تو تصفیہ کے لئے گواہ پیش کرنے پر مجبور نہ کیا جائے گا بلکہ شوہر اور بیوی کی قسموں پر جدائی کا فیصلہ کردیا جائے گا۔ غرض شریعت میں اس طرح کے بہت سے اختلافات ہیں جن سے سیاستِ شرعیہ میں وسعت پر استدلال کیا جاتا ہے۔

وهذه المباينات والاختلافات كثيرة في الشرع لاختلاف الاحوال فلذلك ينبغي ان يراعى اختلاف الاحوال والازمان۔ [1]	شریعت میں احوال کے اختلاف سے فروق و اختلافات بہت ہیں اس لئے ہر دور میں احوال و زمانہ کے اختلاف کی رعایت مناسب ہے۔

چوتھی دلیل (۴) شر و فساد کی کثرت سے جب شاہد عادل اور قاضی منصف نہ مہیا ہوسکیں تو جیسے موجود ہوں ان میں "اصلح" سے کام لینا ضروری ہے تاکہ لوگوں کے حقوق و مصالح نہ ضائع ہونے پائیں۔ اس پر فقہاء کا اتفاق ہے جس سے یہ استدلال کیا جاتا ہے:۔

واذا جاز نصب الشهود فسقة لاجل عموم الفساد جاز التوسع في الاحكام السياسية لاجل كثرة فساد الزمان واهله [2]	جب عموم فساد کی وجہ سے فاسق گواہوں کا تقرر جائز ہے تو زمانہ اور اہلِ زمانہ کے کثرتِ فساد کی وجہ سے احکام سیاستہ میں وسعت جائز ہے۔

علامہ قرافیؒ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

فقد حسن ما كان قبيحا واتسع ما كان ضيقا واختلفت الاحكام باختلاف الازمان۔ [3]	جو قبیح تھا وہ حسن ہوگیا جس میں تنگی تھی وسعت ہوگئی، اور زمانہ کے اختلاف سے احکام مختلف ہوگئے۔

کوئی قبیح شے فی نفسہٖ حسن نہیں بنتی ہے بلکہ ضرورت کی مجبوری سے اس میں محدود گنجائش نکالی جاتی ہے۔

فان التكليف مشروط بالامكان [4]	کیوں کہ شریعت کی تکلیف امکان کے ساتھ مشروط ہے۔

(باقی)

---

[1] تبصرۃ الحکام فی القضاء بالسیاسۃ الشرعیہ۔ [2] حوالہ بالا۔ [3] حوالۂ بالا۔ [4] حوالہ بالا۔

© rasailojaraid.com